ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

# حقیقتِ ایمان و عبادت

خطبۂ جمعۃ المبارک ۲۳ صفر ۱۳۹۵ھ

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) وقضیٰ ربّک ان لاتعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ من کان للہ کان اللہ لہ اوکما قال علیہ السلام۔

محترم بزرگو! مسلمان اس وقت تک اللہ کی معیت و نصرت سے مالامال رہا جب تک اس نے دین کو مضبوط پکڑے رکھا اور اللہ پر اس کا ایمان تھا۔ اور اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اختیار کئے تھے، اور طرزِ زندگی تمدّن اور معیشت میں وہ مذہب کا پابند تھا۔ یہ سب چیزیں مذہب کے مطابق اور اسلامی تھیں تو جدھر بھی ان کا رخ ہوتا وہ کامیاب ہوتے، اس لئے کہ اللہ پر بھروسہ تھا اس کے سامنے گردن نہادہ تھے، یہ ہے ایمان، ایمان۔ صرف یہ نہیں کہ دل میں اللہ کو ایک جانتے سارے کمالات کا منبع ذاتِ خداوندی کو جاننا۔ صرف اس علم اور معرفت سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو محبت ہے اور وہ خدمت بھی کرے تو صرف اسی بناء پر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ صرف معرفت اور صرف علم یہ ایمان نہیں نہ صرف خدمت کرنا ایمان نہیں صرف یہ یقین دل میں آگیا کہ واقعی آپ رسول ہیں، اس سے بھی مومن نہیں ہوسکتا حضرت موسیٰؑ فرعون کے مقابلے میں آئے نشانیاں پیش کیں۔ دلائل نبوت پیش کئے۔ اس نے کہا، تو جادوگر ہے۔ یہ تو آپ نے جادو کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا: لقد علمت ما انزل ھؤلاء الا رب السموٰت والارض بصائر۔ ارے فرعون تو خوب سمجھتا ہے، جانتا ہے کہ یہ جو نشانیاں اور جو دلائل اور معجزات پیش ہوئے۔ یہ رب السموٰت والارض نے نازل کئے ہیں۔ اس پر آپ کو علم ہے۔ کہ دلائل قدرت ہیں۔ اگر اسے علم نہ ہوتا تو پیغمبر کب کہتے اور خدا کیوں اس جملہ کو نقل فرماتا۔ تو صرف علم

پر نہیں کہ کوئی اعتراف کرے کہ اللہ ایک ہے اور مجھے معلوم ہے کہ خدا ساری کمالات اور اچھی صفات پر مقصف ہے۔ اس بات سے مسلمان نہیں ہو سکتا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا ایک ہے اور جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ اللہ ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے زمانے کے منکرین کے بارہ میں فرمایا: الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ کہ یہ ایک اہل کتاب اللہ کو جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں کہ یہ حق ہے۔ رسول ہے۔ اور یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی پیشگوئیاں کتب سابقہ میں موجود ہیں یعرفونہ خوب جانتے ہیں جیسا کوئی شخص اپنے بیٹوں کے بارہ میں شبہ نہیں کر سکتا، نہ اجنبی کو بیٹا سمجھتا ہے نہ بیٹے کو اجنبی، اس طرح اہل کتاب جانتے ہیں۔ مگر پھر بھی کافر ہیں جہنمی ہیں۔ انہیں یقین بھی تھا کہ آپ سچے رسول ہیں۔۔۔۔۔

وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما۔ فرعونیوں نے انکار کیا ان کا یقین تھا، دل میں یقین تھا۔ مگر انکار کر بیٹھے۔ تو ایمان صرف اس علم سے عبارت نہیں۔ آج بھی کہتے ہیں کہ جانتا ہوں مولوی صاحب ہمیں کیا مسئلے سنا رہے ہو۔ تو فرعون بھی جانتا تھا کہ موسیٰؑ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ آیات معجزات ہیں۔ مگر بڑا کافر ٹھہرا۔ اہل کتاب بھی حضورؐ کو جانتے تھے مگر صرف جاننے سے مسلمان نہ کہلا سکے۔

اور صرف محبت اور صرف خدمت سے بھی کام نہیں ہوتا۔ ایمان ایک بہت بڑا جوہر ہے۔ اس کے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابوطالب حضورؐ کے چچا تھے۔ حضورؐ سے بے حد پیار و محبت تھا۔ کہ اسکی نظیر نہیں ملتی۔ مسلمانوں میں سب سے بڑھ کر محبت ابوبکر صدیقؓ کو تھی۔ اور ایمان نہ لانے والوں میں سب سے زیادہ ابوطالب کی حضورؐ کی طفولیت سے لیکر اپنی وفات تک کفار سے مقابلہ کرتے رہے، قید و صعوبتیں گذاریں، تین سال تک شعب ابوطالب میں قید رہے۔ حضور اقدسؐ کی وجہ سے تکالیف اٹھائیں، بھوک پیاس کی جیل، آج جیسی جیل نہیں۔ بلکہ دانہ پانی سب کچھ بند رہا۔

الغرض ہر قسم کی شفقت و محبت اور نصرت ابوطالب نے کی ہے۔ حضورؐ معصوم بچے تھے کاندھوں پر اٹھائے رکھا گود میں پالا۔ مگر ایمان نہ تھا۔ تو حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ابوطالب جہنم میں ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں بھی درجات ہیں گویا اے کلاس۔ بی کلاس۔ سی کلاس جیسے درجے ہیں۔ اے کلاس والوں کو مشقت نہیں ہوتی اچھا کھانا پینا ملتا ہے اچھی رہائش اور خادم وغیرہ ہوتے ہیں۔ مگر ہے وہ جیل ہی۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ ابوطالب کے صرف جوتوں کے تسمے آگ کے ہیں۔ اور باقی جسم پر آگ نہیں مگر ہے تو وہ جہنم کی آگ۔ اللہ تعالیٰ ہم اور آپ سب کو محفوظ

رکھے۔ دنیا کی آگ سے سوگنا زیادہ تیز ہے۔ اس کا ایک ذرہ بھی دنیا پر ظاہر ہو تو ساری دنیا بھسم ہو کر رہ جائے۔ تو اس تسمۂ نار کی وجہ سے بھی ابو طالب کا دماغ کھول رہا ہے، جیسے دیگچہ میں آگ پر پانی کھولتا ہو۔ ان تسموں کا بھی اتنا شدید اثر ہے۔ مگر باقی بدن آگ سے بچا ہوا ہے۔ علماء نے یہ نکتہ بھی بیان کیا کہ باقی جسم کے بچنے کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ بچپن میں آپ کی گود میں رہے ہے۔ بچے کو کبھی سر پر اٹھاتے ہیں، کبھی پیٹھ پہ کبھی کاندھوں پر کبھی ساتھ سلایا جاتا ہے۔ تو جسم سے بچہ لگتا رہتا ہے۔ تو چونکہ جسم کا اکثر حصہ حضورؐ اطہر کے جسم سے مس ہوا ہے۔ قدمیں بچے رہتے ہیں۔ اور ویسے بھی بچپن سے ابو طالب حضور اقدسؐ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ انہوں نے حضورؐ کے بارہ میں اشعار کہے ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

بارش نہ ہوتی تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بچے تھے آپ انہیں لے آتے خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے کہ یا اللہ اس بچے اور اس کے نورانی چہرہ کی برکت سے ہم پہ بارش برسا، اس نورانی چہرہ کی طفیل و برکت سے بارش ہو جاتی تو بچپن سے ان کے دل میں عزت اور احترام تھا۔ مگر جب مرنے لگے، حضور اقدسؐ پاس آئے، ابوجہل وغیرہ بیٹھے تھے، سارا کنبہ تھا کہ گاؤں کا بزرگ قریب المرگ تھا۔ تو حضورؐ نے کہا کہ چپکے سے اگر ایک بات کہہ دو تو اللہ تعالیٰ جہنم سے بچا دے گا۔ اور میرے لئے شفاعت کی ایک بڑی دلیل مل جائے گی، ذرا میرے کان میں کہہ دو لاالٰہ الا اللہ۔ فرمایا، بھتیجے! خوب جانتا ہوں کہ تو نبی ہے۔ مگر اب اگر ایمان لایا تو لوگ کہیں گے کہ یہ بوڑھا موت کے وقت ڈر گیا اور باپ دادا کے دین سے تائب ہو گیا۔ قریش کی بوڑھی عورتیں مجھ پر ہنسیں گی، اس لئے میں اپنے پرانے مذہب پر ٹھیک ہوں۔ تو محبت بھی تھی خدمت بھی ہے مگر ایمان صرف علم اور صرف معرفت نہیں، جب تخم نہ ہو تو ساری زندگی زمیندار کھیت کو پانی دے، کھاد ڈالتا ہے مگر اس پانی، اس کھاد سے اس خدمت سے درخت اور پودا نہیں اگتا تخم ہو تو درخت کے پتے اور شاخ خشک بھی ہوں مگر جب تخم ہے، جڑیں ہیں تو بہار کے آتے ہی سرسبزی اور شادابی آجاتی ہے۔ خشک شاخیں تر و تازہ ہو جاتی ہیں۔ اگر ایمان ہو اور کوئی فاسق و فاجر بھی ہو مگر توبہ اور استغفار کی بہار جب اس پر آجائے اور وہ خدا کے سامنے رویا عبادت شروع کر دی تو خشک شاخیں تازہ ہو جائیں، دو آنسو اور دو قطروں سے خشک درخت لہلہا اٹھے گا۔ اور تخم نہ ہو ایمان کا تخم نہ ہو تو پھر کوئی کام کوئی عمل آخرت میں انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ جہنم میں اسے ہی اسی کا فرق آجائے تو آجائے، وہ الگ بات ہے۔

ایمان کیا ہے ؟ تو ایمان صرف زبانی اعتراف یا یقین و معرفت نہیں ، ایمان کا معنی انقیاد گرویدن گردن نہادن ہے ۔کیفیت لاحقہ بالعلم ہے ۔یعنی علم کے بعد ایک کیفیت ہے ۔ ہمارے پٹھان کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ٹھیک کہتے ہو جو کہتا ہے خوب جانتا ہوں کہ ٹھیک ہے مگر میری پشتو مجھے ماننے نہیں دیتی ، پشتون ہوں ، لڑوں گا اور دیکھوں گا ـــــ تو ایمان یہ ہے کہ خوب جاننے اور جاننے کے بعد ماننے بھی ، گردن نہاد ہو جائے ۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر مکمل متوجہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی طرف ، اور دل و جان سے یہ تسلیم کرے کہ میں فرمانبردار اور بھی رہوں گا ، جسے انقیاد تام اور گردن باطاعت نہادن کہتے ہیں ۔ رگ و ریشہ میں اللہ اور رسول کی محبت راسخ ہو جائے اور صرف محبت نہیں بلکہ وہ ـــــ مزہ بدست غاسل ـــــ ہو جائے یہ ایمان ہے ۔ یہ نہیں کہ کہے کہ خدا ایک ہے مگر معاملہ اس کے ساتھ ایک اب جیسا نہیں ، پس وہ کفر ہے ۔

حضرت موسیٰؑ نے کہا : لَقَدْ علمت ۔ اللہ نے کہا : ۔ فرعون کا دل میں یقین تھا کہ سچا نبی ہے ۔ انکار جہل کی وجہ سے نہیں عداوت اور تعصب کی وجہ سے کرتا ہے ۔ تو ایمان سے محروم رہا جو ایک بہت بڑا جوہر ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کر دے ۔ اور ایک ایمان ہے اور ایک اسلام ہے ایمان جڑ ہے اور حج زکوٰۃ نماز اور دیگر نیکیاں یہ پھل اور شاخ ہیں ۔ یہ اسلام کہلاتی ہیں اسلام ظاہری چیز ہے ، ایمان دل کی چیز ہے ۔ دل مکمل طور پر اللہ کا فرمانبردار بن جائے ، جاننے اور ماننے کہ اللہ تعالیٰ سارے کمالات کا مرکز اور منبع ہے ۔ ہر چیز اُس سے مانگوں گا ۔ اللہ حاکم ہے ہر حکم اس کا مانوں گا ۔ اور حسد و عناد میں دل کی تنگی سے نہیں خوشی سے ماننے ، اور ایمان بالکل اس طرح جڑ ہے جیسے کسی درخت کی جڑ ہو ، زمین میں ، اُس کی شاخیں پتے پھل پھول باہر ہوتے ہیں ۔ اگر کسی درخت میں یہ سب کچھ ہے ، تر و تازگی بھی ہے اور تم اوپر سے پانی ڈالتے رہو مگر اندر سے جڑیں کاٹ دو ، پھل پھول پتے سب جھڑ جائیں گے اور اگر شاخیں پتے نہ بھی ہوں مگر جڑیں راسخ ہوں ۔ تو جب کہ اس کی آبیاری ہو جائے بہار اس پر آجائے گی تو توقع اور امید قائم رہتی ہے کہ تراوت موجود ہے ۔ حیات موجود ہے اگر ایمان نہ ہو ، بظاہر حاجی ہو ، صائم ہو مگر ایک نہ ایک دن یہ سب کچھ چھوڑ جائے گا ۔ قیامت کے دن اس کے سارے اعمال حسنہ ھباءً منثورا کر دئے جائیں گے ۔

بھائیو ! ایمان دل سے یہ کہہ دیتا ہے کہ یا اللہ میں آپ کے ہر حکم کے سامنے گردن نہاد ہوں میرے رگ و ریشہ میں آپ کی محبت ہے ، میں ہر لحاظ سے آپ کی تابعداری کروں گا ۔ آپ کا غلام رہوں گا ۔ اور ماننا بھی ایسا کہ محبت بھی ہو دل کی بشاشت بھی ہو ۔ اگر پیشانی پہ بل ہیں ، دل میں تنگی ہے تو ایسی غلامی

قبول نہیں ، بلکہ عربی میں انقیاد و تسلیم فارسی میں گردن باطاعت نہادن یا گردیدن اور پشتو میں منل اوکول جیسے کہتے ہیں، خدا ایک ہے ۔ میں مانتا ہوں ، میں مانوں گا ۔ اور جو اس کے احکام ہیں اسے بجا لاؤں گا۔ خدا اور رسول کے احکام کے سامنے اپنے آپ کو ایسا کردے جیسا مردہ بدست غاسل ۔ میری کوئی رائے نہیں ، حرکت نہیں ، سرتابی کی مجال نہیں ، وہی کروں گا جو خدا کہے گا ، بس یہی ایمان ہے ۔ ایک جگہ ارشاد ہے ۔ فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔ ( اے نبی تیرے رب کی قسم کہ یہ لوگ جب تک آپ کو اپنے تمام اختلافی مسائل خاندانی اور بیرونی جھگڑوں میں آپ کو حاکم نہ کردیں تیرے پاس اپنے مسائل نہ لائیں اور اس کے بعد کھلے دل سے آپ کے فیصلے پر سر تسلیم خم نہ کردیں ۔ اور دل میں کوئی تنگی نہ آنے دیں اس وقت تک یہ ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکے ۔ )

آج تو ایسی ایسی جاہلانہ باتیں کی جاتی ہیں کہ خدا کی پناہ ، پشتو میں کہتے ہیں : شریعت خہ دے خود خو ځوانانو نہ دے ۔ ( شریعت اچھی چیز ہے مگر اچھے جوانوں کے لئے نہیں ) تو کیا شریعت کنجروں غنڈوں کے لئے ہے ۔ کافروں کے لئے ہے ، خدا کا حکم آجائے تو پیشانی پر بل آجائیں ، ترشروئی سے سنے ، یہ تو اسلام نہیں ، پہلے اکثر پوچھتے ہیں کہ شریعت پر فیصلہ کرانا ہے ۔ اگر فیصلہ میرے حق میں ہے تو ٹھیک ہے ورنہ عدالت چلا جاؤں گا ۔ اگر فیصلہ خلاف پڑتا ہے تو نہ فیصلے کرانے کو تیار ہوتا ہے نہ ماننے کو اگر فیصلہ شریعت کا خلاف ہوا تو گالی گلوچ کرے کہ شریعت نے ظلم کیا قاضی اور مولوی نے رشوت لی ہوگی اور جنہیں آج کل اصلی نفرت شریعت اور دین سے ہے ۔ وہ مولوی اور قاضی کی آڑ میں اپنی نفرت نکالتے ہیں ۔ شریعت کو گالی دے نہیں سکتا تو مولوی کو گالیاں دی جاتی ہیں ۔ ملا پر سب دشتم ہوتی ہے ۔ اس طرح دل کی بھڑاس اسلام اور شریعت کے خلاف نکال دی جاتی ہے ۔ اور مولوی اس لئے برا لگتا ہے کہ وہ دین کی بات کرتا ہے اور اصل میں اسے نفرت ہے دین سے ، لیکن خدا نے کہا کہ جب تک خدا اور رسول کے فیصلوں پر گردن نہادہ نہ ہوگا ۔ سر تسلیم خم نہیں کرے گا اگر فیصلہ خلاف بھی ہو تو دل میں بھی تنگی نہیں لائے گا ۔ اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکے گا ۔ بلکہ صرف یہی نہیں شریعت کا فیصلہ اپنے خلاف سن کر بھی مسلمان کو اللہ کی حمد ادا کرنی چاہیئے کہ الحمد للہ ۔ جیسے کہ نماز پڑھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے ۔ اس طرح اگر شرعی فیصلہ میں دس بیس جریب زمین ہار بھی دے گا ۔ مگر دل خوش ہوگا کہ الحمد للہ حرام سے دوزخ سے بچ گیا

اور الحمد للہ کہ میں نے شریعت کا فیصلہ مان لیا ، پھر یہ کہ اللہ پر بھروسہ بھی ہے تو دل ہر وقت

خوش و مطمئن رہے کبھی اسے بے اطمینانی اور بے چینی نہیں آتی۔ مثال کے طور پہ پولیس کا ایک سپاہی ہے۔ اور سارے غنڈوں، مفروروں کے پیچھے اکیلا بڑی جرأت اور دلاوری سے بھاگتا پھرتا ہے۔ کوئی تلوار ہتھیار ہاتھ میں نہیں۔ صرف ایک فرمان شاہی ہے۔ کہ یہ سرکاری تحفظ میں ہے تو اکیلے تالوں غنڈوں کو بھگاتا ہے۔ ایک ڈاکیہ کے ساتھ ہزاروں روپے کا تھیلہ ہے۔ بدمعاشوں میں الگ تھلگ گھومتا پھرتا ہے۔ کوئی اسے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ اب پوری حکومت اس کی پشت پر ہے، مجال ہے اسے کوئی اوپر بھی دیکھے ورنہ فوج اور پولیس اسکی مدد کے لئے آجائے گی۔ ڈاکیہ کو اپنی حکومت پہ بھروسہ ہے، اس لئے ہر خطرے میں مطمئن جارہا ہے۔ تو اب جس کا خدا پر اعتماد اور بھروسہ ہوگا۔ تو کیا اس میں بے قراری اور بے اطمینانی آسکتی ہے۔ حبیب رب العالمین اس کیساتھ ہے، پھر اسے کیا خوف اور کیا ڈر۔ یہ دولتمند اور کروڑپتی آج بے چین ہیں۔ گھنٹوں میں ہزاروں لاکھوں آمدنی ہوتی ہے۔ مغرب کے بڑے بڑے کروڑپتی تھے۔ مگر دو وقت کھانا بھی اس ذلت میں نصیب نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ ساری دولت کو دیکر بھی دل کا اطمینان خریدنا چاہتے ہیں، مگر نہیں مل سکتا، کسی نے ایک امیر سے ذکر کیا کہ تجھے اتنی ترقیات ملیں۔ قسم قسم کے کارخانے وسیع وعریض سلطنت اور کاروبار، پھر تمہیں کیا فکر۔ کہا یہ سب صحیح مگر دل کا سرور اور دل کا اطمینان دیکر میں نے یہ سب کچھ پایا بھی تو کیا۔

— تو مسلمان کا بھروسہ تو اللہ پر ہے وہ مطمئن نہ ہوگا تو کون ہوگا۔ ایک شخص کے صوبہ کے وزیر اعلیٰ یا دوسرے حاکم سے ربط ہے تعلق ہے۔ تو وہ مطمئن ہے۔ کہ کسی نے آنکھ بھی اٹھائی تو وہ ٹھیک کردے گا جس سے دوستی ہے۔ تو اب جس کی دوستی خدا سے ہوگی وہ بھی ڈرے گا نہیں، بالکل مطمئن پھرتا رہے گا۔ ارشاد خداوندی ہے: الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ (خدا کی یاد سے ہی قلب مطمئن ہوتا ہے۔ صرف اور صرف اسکی یاد سے۔)

— تو اسکی یاد ایسی ہو کہ یا اللہ تو تو میرا خالق ہے۔ تو ہر چیز کا مالک ہے۔ یا اللہ میں نے سب کچھ تیرے سپرد کردیا۔ اور منقاد ہوگیا۔ پورے رگ و ریشہ میں تیرا ہی حکم اور محبت راسخ ہوگا۔ تیرے ہر حکم پر خوش ہوتا رہوں گا۔ اور تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ بس یہ ہے ایمان۔ اور جب ایمان آگیا تو تم دیکھو گے کہ مصیبت بھی ہوئی کہے گا کہ خدا کو منظور تھا دولت گئی خوش ہوگا کہ محبوب کی مرضی ہے۔ اب اس کے دل میں ایسی تنگی کب آئے گی کہ یہ معاملہ میرے ساتھ اللہ نے کیوں کیا۔؟ کیا تو ہر معاملہ اس کا مجھے منظور ہے۔ دل و جان سے راضی ہوں۔ تو اب غم کہاں رہے گا۔

اس کے ساتھ اخلاق محمدی یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کی ضرورت ہے۔ حضور اقدس نے کبھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ ساری دنیا نے ستایا، پتھر برسائے، گالیاں دیں۔ مگر کسی سے بدلہ نہ لیا یہ ہیں اخلاق محمدی یہ امت دنیا میں اس لئے آئی کہ دنیا میں امن و اطمینان قائم کردے۔ دنیا میں خیر اور بہتری پھیلا دے اور آج ایمان سے کہیں کہ آپ ایک گالی کے بدلہ میں دس گالیاں نہیں دیتے۔ اس طرح بدی کم ہوگئی، اور دس گنا اور بھی بڑھ گئی، کسی نے تھپڑ دیا۔ آپ نے چاقو سے مارا تو اس نے ایک بار بدی کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اس سے بھی زیادہ اور بار بار بدی کی۔ ادفع بالتی ھی احسن ۔ پر کتنا عمل ہوتا ہے۔؟ افسوس کہ جو قوم دنیا کی اصلاح کے لئے آئی تھی، اب اس نے بدی اور شر کو اور بڑھا دیا جس امام کے ہم مقلد ہیں۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کسی نے امام سے کہا کہ فلاں شخص نے بھری مجلس میں آپ کی غیبت کی، گالیاں دیں۔ حد سے زیادہ الزامات لگائے امام صاحب نے کہا اچھا پھر کسی وقت ایک بھرا ہوا تھال تحفوں کا لیکر اُسی شخص کے پاس گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا اس نے دیکھا تو ڈر گیا۔ کہ شاید امام صاحب کو میری باتیں پہنچیں ہیں۔ امام صاحب نے مصافحہ کیا اور تحفے پیش کردئے اس نے حیرت سے کہا۔ یہ کیا۔ امام نے کہا تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ تم نے مجھے گالیاں دیں، غیبت کی۔ تو تم نے اپنی آخرت خراب کردی۔ اور میری اچھی کردی۔ اور کوئی کسی کو ایک گھونٹ پانی پلا دے تو وہ شکر گذار ہوتا ہے۔ بدلہ دیتا ہے۔

تو امام صاحب نے کہا کہ اس سے بڑا احسان تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم نے اپنی نیکیاں مجھے دیدیں۔ اور مجھے سئیات اپنے اعمالنامہ میں ڈالدئے اس لئے گالی غیبت دینے والے حقوق العباد ضائع کرنے والے کے قیامت کے دن حسنات دوسرے کو دیدئے جائیں گے۔ حسنات وسئیات کا تبادلہ ہوگا۔ میرے گناہوں کا بوجھ تم نے اپنے اوپر لاد دیا۔ اُس شخص کو تنبیہہ ہوئی تائب ہوا۔ قدموں پر گر پڑا، یہ ہے برائی کو بھلائی سے ختم کر دینا نہ کہ برائی کا جواب برائی سے مگر آج تو کوئی تنکا اٹھائے ہم شہتیر اٹھا دیتے ہیں۔ اخلاق محمدی نہیں رہے۔ دین کے کسی معیار پر زندگی پوری نہیں اترتی۔ فرمایا گیا کہ آخری زمانہ میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن شریف رسم ہوگا۔ آج رسم و رواج نے جگہ لے لی ہے۔ اور صرف نام باقی چھوڑا ہے۔

**عبادت** | بہر تقدیر خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری تابعداری اور عبادت کروگے۔ یہ میرا قطعی فیصلہ ہے۔ وقضیٰ ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ اور عبادت کا معنی ہے انتہائی تذلل اختیار کرنا مالک کے سامنے۔ عاجزی اختیار کرنا، اس کی مرضیات کی تعمیل اور اس کی نامرضیات سے اجتناب کرنا ہی ہے

عبادت ۔ اللہ نماز پر راضی ہوتا ہے جوا سے ناراض ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے اتفاق و محبت پر راضی اور باہمی نفاق بغض و حسد پہ ناراض ہوتا ہے تو مرضیات کی تعمیل اور نامرضیات سے اجتناب اور پرہیز ، یہ عبادت ہے ۔

**وحی اور رسالت کی ضرورت** | اب یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ کی مرضیات کیا ہیں ؟ اور نامرضیات کیا ہیں۔ یہ تو بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ ہم آپ ایک نوع کے ہیں۔ بنی نوع انسان ہیں۔ دو انسان ایک جگہ بیٹھے ہوتے ہیں۔ باہمی معانقہ بھی کر لیتے ہیں۔ مگر دوسرے کو ہرگز یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ جس سے معانقہ کیا دل سے دل ملا دیا۔ اس وقت اس کے دل میں کیا خیالات ہیں کس بات سے راضی اور کس سے ناراض ہوتا ہے۔ کونسی چیز کھانا چاہتا ہے۔ کونسی نہیں کس کام پہ راضی اور کس پہ ناخوش ہوتا ہے۔ جب تک وہ خود اپنی مرضیات اور نامرضیات خود نہ کہہ دے ، خود نہ بتلا دے تو اللہ تعالیٰ سے تو انسان فانی کی کوئی نسبت ہی نہیں تو بغیر بیان کے ہمیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے ۔ نہ عقل سے فلسفہ سے نہ سائنس اور منطق ۔ اب جس ذات اقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ یہ بتلاتے ہیں ، اُسے رسول کہتے ہیں ۔ اور اس بیان کو وحی کہتے تو خدا کی مرضیات معلوم ہوتی ہیں وحی سے ۔ اور وحی آتی ہے نبی اور رسول کے ذریعہ ۔

تو اب اللہ کے احکام کی تعمیل ہی عبادت ہے ۔ یہ عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا نہ ہے۔ نہ خدا ہر ہر شخص کو اپنی مرضیات براہ راست بیان کرتا ہے۔ بلکہ فانی بادشاہ بھی اپنے آرڈر سے کسی ایک کو مطلع کر دیتا ہے ۔ پھر وہ اس کا اعلان کرتا ہے۔ تو نبی کے کہنے پہ چلنا اس کے بتلائے ہوئے راستے پہ چلنا اس نے جو طریقہ بتلایا۔ کسی بات کا امر کیا بس یہ اللہ کی وحی ہے۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۔ اس نے کہا یہ مت کرو اسے نہیں کرنا تو اب اللہ کی مرضیات اور نامرضیات یعنی عبادت کی پہچان کا ذریعہ پیغمبر ہی ہیں ، دوسرا راستہ نہیں۔ تو اسی آیت میں نبی کی اطاعت بھی آگئی جیسا کہ ارشاد ہے : قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اگر اللہ سے محبت ہے تو رسول کے نقش قدم پہ چلنا پڑے گا۔ اور اس کی پیروی اور اطاعت اللہ کی اطاعت ہوگی، حضور کے اخلاق پہ چلنا ہوگا۔ اور جب تک عبادت معیشت اور معاشرت تہذیب اور تمدن اس کی زندگی کے مطابق نہیں ہوگی ، تو نہ عبادت درست ہوگی نہ اسلام اور ایمان کی تکمیل ہو سکے گی اور اگر اتباع اور اطاعت اختیار کی تو دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ دونوں بہتر کر دے گا ۔۔۔۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔